دوامِ حدیث

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی

اسبابِ حفظِ حدیث

◎

حضرت ابوہریرہ نے ایک بار اپنے حافظہ کی شکایت کی کہ میرا حافظہ کمزور ہے آپ نے فرمایا۔ اچھا میں پڑھتا ہوں تو اپنا کپڑا بچھاؤ جب آپ پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے سینے کے ساتھ لگالو حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرا حافظہ اتنا قوی ہوگیا کہ میں کسی حدیث کو نہیں بھولا[1]

حضرت ابوہریرہ کے حافظہ کا قوی ہونا صحابہ کے ہاں بھی ایک مشہور و معروف امر تھا جیسا کہ — فتح الباری میں ہے تبلیغ کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسے ہوتا رہا اسی طرح خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں اس پر عمل رہا کیونکہ اس وقت مسائل کے معلوم کرنے کے لیے قرآن کے بعد سنتِ نبوی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا اور سب صحابہ بالاتفاق یہی روش رکھتے تھے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو پہلے کتاب اللہ میں دیکھتے اگر حکم مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ان کو علم ہوتا تو آپ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر آنحضرت کے فیصلہ کا ان کو علم نہ ہوتا تو مسلمانوں سے پوچھتے کہ ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ اگر کسی شخص کو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہو تو بتائے۔ بعض وقت ایسا اتفاق ہوتا کہ ایک جماعت ساری کی ساری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتی تو ابوبکر صدیقؓ فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے ہم میں حدیث یاد رکھنے والے پیدا کیے۔ اگر حدیث نہ ملتی تو سب لوگوں کے مشورے سے فیصلہ کرتے۔

---

[1] بخاری

قاضی شریح کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے میری طرف لکھا۔ اگر کوئی حکم کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کر۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھ کر اس پر فیصلہ کر۔ اگر کتاب و سنت میں نہ ہو تو اجماع کے موافق فیصلہ کر۔ اگر کتاب و سنت اور اجماع میں حکم نہ ملے تو پھر تم کو اختیار ہے خواہ اجتہاد سے فیصلہ کر دیا خاموش رہو۔ میرے خیال میں تمہاری خاموشی بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم پر ایک وقت ایسا آیا کہ ہم فیصلہ نہیں کرتے تھے اور نہ یہ ہمارا مقام تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ پس یاد رکھو جس کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو وہ کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی اتباع کرے۔ اگر کتاب اور سنت میں فیصلہ نہ ملے تو پہلے نیک لوگوں کے فیصلے پر عمل کرے۔ یہ نہ کہے مجھے ڈر ہے اور یہ بھی نہ کہے کہ یہ میری رائے ہے۔ کیونکہ حرام و حلال کھل چکے ہیں۔ ان کے درمیان کچھ باتیں شبہ والی ہیں۔ شک والی بات کو چھوڑ کر ایسی بات اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے جب کوئی سوال ہوتا۔ اگر قرآن میں ہوتا تو بتا دیتے۔ اگر قرآن میں نہ ہوتا تو سنت کے فیصلہ کو لیتے۔ اگر قرآن و سنت میں نہ پاتے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے مطابق حکم کرتے۔ اگر وہاں بھی نہ ملتا تو اپنی رائے سے کہہ دیتے (یہ سب آثار حجۃ اللہ البالغہ میں بحوالہ دارمی مذکور ہیں)

جب حدیث کی تبلیغ کی یہ حالت ہو اور اس کے حفظ اور تکرار کی یہ نوعیت ہو تو پھر کیسے ممکن ہے کہ لوگوں کو جو حدیث سنی ہو بھول جائے۔

چوتھی وجہ جس کی بنا پر احادیث یاد رہتی تھیں۔ مدارس کا قیام ہے۔

جب کسی فن کے لیے مدارس قائم کیے جائیں، اس کی نشر و اشاعت کا انتظام کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس فن کے مسائل محفوظ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بہت سے قابل لوگ اس فن کے حاصل اور تحقیق کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احادیث کے سننے اور سنانے کا انتظام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی شروع ہو گیا تھا اور احادیث کے سننے اور سنانے کے لیے حلقہ ہائے درس قائم ہو چکے تھے۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں تشریف لائے۔ مسجد میں دو مجلسیں تھیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا، دونوں نیک کام میں مشغول ہیں مگر ایک مجلس دوسری مجلس سے افضل

ہے۔ اس مجلس والے اللہ سے دعا کرنے میں مشغول ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی دعا قبول کرے۔ اگر چاہے نہ کرے مگر اس مجلس والے فقہ اور علم پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں۔ یہ افضل ہیں اور میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں یہ کہہ کر مجلسِ علم میں بیٹھ گئے لہ

یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زیادہ وسیع ہو گیا۔ ان درسی حلقوں کا ایک اور فائدہ یہ تھا کہ ایک دوسرے سے واقف ہو جاتے اور پڑھنے پڑھانے اور تکرار سے مسائل سے پوری واقفیت حاصل کر لیتے جب کوئی مسئلہ ایک حلقۂ درس سے نہ ملتا۔ تو دوسرے حلقۂ درس سے لے لیتے۔ یہاں تک کہ لوگ ان درسوں کے خاص خاص مسائل سے واقف ہو گئے۔ اب اس بات کا خطرہ نہیں رہا تھا کہ کوئی شخص ایک جھوٹی بات ان درس گاہوں کے اساتذہ یا متعلین کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دہی میں کامیاب ہو جانا۔ یعنی اسکی بات علماء کے حلقوں میں تسلیم کر لی جاتی۔ یہ ممکن ہے کہ جو زندیق لوگ مسلمانوں کو خراب کرنے کے لیے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اپنے جال میں عوام کو پھانسنے میں کامیاب ہو جائیں مگر ان کا دجل و فریب عوام کے ایک طبقہ سے آگے نہ بڑھتا۔ خواص خصوصاً علمی طبقہ میں اس کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ علم کے ماہر موجود تھے جو اس اثر کو مٹانے میں لگے رہتے تھے۔ یہ لوگ نہ قرآن کے الفاظ میں رد و بدل کر سکے۔ نہ قرآن کے بیان اور اس کے مفہوم و تفسیر یعنی حدیث میں اس طرح کچھ داخل کر سکے کہ علمی حلقے اس سے متاثر ہوں جیسے آج کل بھی بہت سے ابلیس علم کا چوغہ اوڑھ کر عوام الناس کے بہکانے ان سے اپنی بزرگی تسلیم کرانے اور ان کو بھڑ کانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے ماہرینِ حدیث متاثر نہیں ہوتے۔ بہت سے بزرگ نما ٹھگ اس وقت بھی موجود ہیں جو قرآن کو محرّف مانتے ہیں اور اپنے معتقدین میں کفر کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں ضلع شیخوپورہ میں ایک پیر کہلانے والے ہیں۔ ایک شخص کا نکاح اس کی رضاعی بہن سے کر دیا ہے۔ ایک عالم نے جب منع کیا تو اس کو خوب پٹوایا اور اس کی ڈاڑھی بھی منڈوا دی۔ وہ آج کل ماخوذ ہے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا یہ مسئلہ دین میں داخل ہو گیا ہے۔ یا علمی حلقوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ دین اس طرح محفوظ ہو گیا ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں سے بدل نہیں سکتا۔ اسی طرح درسی انتظام نے اس وقت کے دجالوں کی کارروائی کو ملیامیٹ کر دیا۔ اگرچہ ان لوگوں نے بہت کوشش

لہ دارمی

کی اور اپنے ساتھ آدمی ملائے اور بڑے بڑے علماء کی بے عزتی کرنے کرانے میں کامیاب ہوگئے۔ مگر دین میں رد و بدل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

پانچواں سبب جس کی وجہ سے حدیثیں یاد رہیں اور دین تبدیلی سے محفوظ رہا۔ وہ تحریرات ہیں جو سرور کائنات نے لکھائیں اور وہ صحیفے ہیں جو صحابہ کرام نے قلم بند کیے اور وہ کتابیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائیں جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ بس ان تحریرات، کتابوں اور صحیفوں کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن تھا کہ حدیثیں یاد نہ رہیں یا دین میں رد و بدل ہوسکے۔ کیونکہ یہ سلسلہ بعد میں ترقی کرتا گیا صحابہ نے تو قریب قریب وہی حدیثیں لکھیں یا لکھوائیں جو خود سنی تھیں مگر تابعین نے اپنے اپنے شہر کی تمام صحابہ سے حدیثیں لیں اور لکھیں۔ مسلمانوں میں چونکہ حج کرنے کا رواج شروع میں ہی پیدا ہوچکا تھا اور حج کے بعد مدینہ کی طرف بھی سلسلہ آمد و رفت کا جاری رہتا تھا۔ اس بنا پر بھی اسلامی حکومت کے تمام علماء ایک دوسرے سے مستفید ہوتے تھے۔ آہستہ آہستہ علمی خدمت کے لیے سفر کا شوق زیادہ بڑھتا گیا۔ علم کے لیے سفر کرنے کی ابتداء صحابہ کے زمانہ میں ہی شروع ہوگئی تھی۔ مگر بعد میں اس میں اس قدر وسعت پیدا ہوگئی کہ تمام صحابہ کے مرویات کو محفوظ کرلیا گیا۔ اس طرح پہلے مجموعے سارے کے سارے پچھلے مجموعوں میں آگئے اور تمام احادیث آہستہ آہستہ قلم بند ہوگئیں۔

اگرچہ علماء نے اس وقت ان تمام حدیثوں کو لکھا جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب تھیں مگر اس لیے نہیں کہ ان کو صحیح سمجھتے تھے بلکہ اس لیے کہ ان میں سے جو غلط ہیں یا بنائی گئی ہیں۔ ان پر نشان لگا کر امت کو ان سے آگاہ کریں اور صحیح صحیح حدیثیں جو عمل کے لیے ہیں ان کو الگ کردیں تاکہ عوام بلا کھٹکے ان پر عمل کرسکیں۔

چھٹا سبب جس سے حدیثیں یاد رہیں اور دین رد و بدل سے محفوظ ہوگیا، ائمہ اجتہاد کی کوشش تھی۔ اجتہاد کا کام اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شروع ہوگیا تھا مگر بعد میں اس کے لیے باقاعدہ درس گاہیں قائم ہوگئیں۔ فقہاء صحابہ کے اجتہاد نے دین کی بنیاد رکھی۔ تابعین کے زمانہ میں خاص مدینہ میں فقہاء سبعہ کے نام سے ایک نامور گروہ تھا جن کے پاس فقہاء صحابہ کے فتاویٰ اور علوم تھے۔ انہی کے علوم و فتاویٰ پر امام مالک نے فقہ کو لکھا اور انہی کے اقوال پر اجتہاد کی بنیاد استوار کی۔ اسی طرح دارالاسلام کے ہر شہر میں تابعین فقہاء پائے جاتے ہیں۔ جو صحابہ کے شاگرد تھے۔

جیسا کہ امام مالکؒ نے مدینہ منورہ میں یہ کام کیا۔ اسی نہج پہ امام ابو حنیفہؒ نے کوفہ میں یہ کام کیا۔ امام سفیانؒ نے مکہ میں۔ اوزاعیؒ نے شام میں۔ اسی طرح اس وقت کے دوسرے ائمہ نے یہ کام کیا کہ فقہائے صحابہؓ اور فقہائے تابعینؒ کے فتاویٰ اور اقوال پر دین کی بنیاد رکھی۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اجماعی مسائل تو پہلے ہی محفوظ ہو چکے تھے۔ اب ان کے دلائل میں رد و بدل کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ صرف مسائلِ اختلافیہ باقی رہ جاتے ہیں۔ ان کے متعلق غلط استنباط اور خیالی رجحانات کی بنا پر دین میں ردّ و بدل کی گنجائش تھی مگر جب فقہ کی بنیاد صحابہ و تابعین کے اقوال پر رکھی گئی تو یہ گنجائش بھی جاتی رہی۔ کیونکہ صحابہ و تابعین نے مسائل کو نیک نیتی سے حل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب صرف ترجیح کا سوال باقی رہ جاتا ہے اس کے لیے مجتہدین اور محدثین نے مل کر اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ ایک عالم کے لیے کسی مسئلہ میں حق معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں جیسے حدیثیں ہر مسئلہ میں شمار کر لی گئی تھیں۔ اسی طرح ہر مسئلہ میں صحابہ و تابعین کے اقوال بھی ضبط کر لیے گئے تھے۔

بعض مسائل میں جو ائمۂ اجتہاد کا اختلاف ہے

اس کی یہ وجہ نہیں کہ کسی دشمنِ دین نے کوئی بات بنائی ہے بلکہ اس کی اصل وجہ (جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے کہا ہے) چند امور ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ عدم علم۔ ایک مجتہد کو سنت کا علم ہے اور دوسرے کو نہیں۔ اس وجہ سے اس نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطا کی

۲۔ ایک مجتہد کو حدیث تو پہنچی مگر اس کو صحت کا یقین نہ ہوا کیونکہ اس کو رواۃ کی پوری واقفیت نہیں ہوئی اور دوسرے مجتہد کو واقفیت ہو گئی۔ پہلے نے اجتہاد کیا اور دوسرے نے حدیث پر عمل کیا۔ اس وجہ سے دونوں میں اختلاف ہو گیا۔

۳۔ حدیث تو دونوں کو پہنچی مگر ایک کو حدیث یاد رہی اور دوسرا بھول گیا۔ اس وجہ سے اس نے قیاس پر عمل کیا۔

۴۔ حکم کی علت میں دونوں مجتہدوں نے مختلف پہلو اختیار کیے ایک نے ایک شئی کو علت سمجھا، دوسرے نے دوسری شے کو

۵۔ دو حدیثوں کی تطبیق میں دونوں مجتہدوں نے اختلاف کیا۔

اور مذکورہ بالا باتیں اس قسم کی ہیں کہ انسانی کمزوری کی وجہ سے ان کا پیدا ہونا ناگزیر امر ہے۔ مگر یہ اختلاف اس وقت تک مضر نہیں جب تک ایک دوسرے کو معذور سمجھا جائے اور ان دو سکولوں ، (مدنی، کوفی) کا یہی حال تھا کہ وہ ایک دوسرے کو حق پر سمجھتے اور اختلاف میں معذور قرار دیتے تھے۔ اپنی اپنی روش پر دونوں مسلک ترقی کرتے رہے اور اصول فقہ کے مسائل کو انتہا تک پہنچا۔ فرضی مسائل (جو پیش ہونے والے تھے) کے جوابات دے کر فقہ کو مکمل کر دیا۔ اور دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیوں کو ختم کر دیا۔ کیونکہ ائمہ اجتہاد کی کوشش سے ایک حد تک اصول و فروع کی شکل متعین ہو گئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو مسائل ان سکولوں کے اتفاقی ہیں۔ ان میں بحث و تفتیش کی زیادہ ضرورت نہیں۔ ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ وہ مسائل شک و شبہہ سے بالا ہیں۔ باقی رہے وہ مسائل جن میں امت کا اختلاف ہے اور ائمہ اجتہاد کی رائیں الگ الگ ہیں۔ ان میں حق معلوم کرنے کے لیے۔ اصولِ فقہ کے قواعد، محدثین کی کتابیں اور ان کے بیان کردہ قواعد ہماری راہ نمائی کے لیے بہت مفید اور نہایت کارآمد ہیں۔ ان کی ہدایات کے مطابق اگر ہم کوشش کریں تو ہمارے لیے حق کو پالینا کوئی مشکل نہیں۔ اسی بنا پر ہم چار مذاہب کو ایک کر سکتے ہیں۔ پس جب ہمارے لیے کتاب و سنت، ائمہ اجتہاد اور محدثین کی کوششوں سے دین کا ڈھانچہ متعین ہو چکا ہے تو اب اس میں رد و بدل کیسے ہو سکتا ہے۔ اب اس میں رد و بدل کی صرف یہی صورت ہے کہ یا تو لوگوں کو بالکل مذہب سے برگشتہ کر کے دہریہ بنا دیا جائے یا اپنی غلط روش کو کتاب و سنت کا جامہ پہنایا جاوے۔ جہاں سنت ان کا ساتھ نہ دے قرآن کا واسطہ دے کر اس سے انکار کی صورت نکال لی جائے اور قرآن حسب منشا موڑ توڑ کر بنا لیا جائے۔ جب تک لوگ ہماری بیان کردہ روش کو اختیار کرنے میں مستعدی سے کام لیں گے، گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ دین کے بدلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اجماعی۔ دوم اختلافی۔ اجماعی مسائل میں تو مذکورہ بالا روش اختیار کرنے کے بعد بحث کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور اختلافی مسائل میں ترجیح کے لیے قواعد مقرر ہو چکے ہیں۔ ان قواعد پر کسی مسئلہ کی ترجیح دینے سے کوئی نئی بات نہیں بنتی۔ پس جب تک اختلافی مسائل کرنے کے لیے جو مبادی متعین ہو چکے ہیں (یعنی احادیث صحیحہ اور اصول فقہ) ان پر پوری بصیرت رکھنے والے موجود ہیں کسی دجال کا دجل نہیں چل سکتا اور مذاہب بھی قریب قریب دوسری صدی

میں متعین ہو چکے ہیں اور اصول فقہ بھی علماء کی پے در پے کوششوں سے مکمل ہو چکا ہے اور صحیح حدیثیں جو امت کے لیے دستور العمل کا کام دیتی ہیں، بالاجماع متعین ہو چکی ہیں۔ اب ان احادیث میں رد و بدل کی کوئی صورت نہیں۔

اسی بنا پر وہ داعیہ جس کی وجہ سے لوگ نئی نئی حدیثیں بناتے تھے" بنا کر نیا فتنہ کھڑا کیا جائے یا اپنا وقار قائم کیا جائے" ختم ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے لوگ وضعی حدیثیں نقل تو کرتے رہے ہیں مگر بناتے نہیں رہے ہے۔

احادیث صحیحہ کے بالاجماع متعین ہو جانے کے ساتھ دین کا محفوظ ہونا تو ظاہر ہے مگر اصولِ فقہ کی تکمیل سے دین کا رد و بدل سے محفوظ رہنا قابلِ غور ہے۔ اس لیے آئندہ اس کے متعلق ذرا تفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

کتاب الوسیلۃ

تالیف امام ابن تیمیہؒ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ آرا تصنیف جس نے لاتعداد بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے راہنمائی اور راہبری کا کام دیا۔ وہ کتاب جس کے اب تک دنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر میں جس کی پہلی اشاعت پر غلغلہ مچ گیا اور نام نہاد پیر دل اور دین فروشوں کے سنگھاسن ڈولنے لگے۔ حقائق و معارف کا دلچسپ مرقع۔ نئے پیرہن، نئے اسلوب اور اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ $\frac{20 \times 26}{8}$ سائز۔ صفحات ۲۶۰۔ سفید کاغذ۔ مضبوط جلد۔ خوبصورت گردپوش۔ قیمت ۱۰ روپے

ادارہ ترجمان السنہ، ایبک روڈ انار کلی لاہور